موجودہ حالات میں جماعتِ اسلامی ہند کا

لائحۂ عمل

مولانا سیّد جلال الدین عمری

امیر جماعتِ اسلامی ہند

ترتیب

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

موجودہ حالات میں جماعتِ اسلامی ہند کا لائحۂ عمل

فہرست

حرفِ چند

جماعتِ اسلامی ہند اقامتِ دین کی داعی ہے۔ وہ انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی تمام پہلوؤں میں دین کو نافذ کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ ملک کے تمام باشندوں تک اسلام کا پیغام پہنچے، وہ اس کی تعلیمات سے واقف ہوں اور اس کے بارے میں ان کے ذہنوں میں جو شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں دور ہوں۔ جماعت یہ بھی چاہتی ہے کہ ملک جن مسائل سے دوچار ہے وہ حل ہوں اور اہل ملک اسلام کے بارے میں اس حیثیت سے غور کریں کہ وہ ان کے مسائل حل کرسکتا ہے۔ ملت اسلامیہ ہند جن مشکلات و مسائل کا شکار ہے، جماعت خود بھی اپنی استطاعت کی حد تک، دوسری تنظیموں اور جماعتوں کے ساتھ مل کر بھی ان کے حل کی کوشش کرتی ہے۔ جماعت اسلامی ہند کا نظم چار سالہ میقات پر قائم ہے۔ ہر میقات کے آغاز میں جماعت منصوبہ بندی کر کے نئے حالات میں اپنی سرگرمیوں کے لیے پالیسیاں اور پروگرام وضع کرتی ہے۔

جماعتِ اسلامی ہند کی نئی میقات کا آغاز اپریل ۲۰۰۷ سے ہوا ہے۔ اس میقات کے لیے جماعت کی مجلس نمائندگان نے مولانا سیّد جلال الدین عمری کو امیرِ جماعت منتخب کیا ہے۔ مولانا عمری معروف عالمِ دین، بلند پایہ خطیب اور مشہور مصنف کی حیثیت سے ہندستان ہی میں نہیں، بلکہ بیرونِ ملک بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ مولانا اپنے عہدِ شباب ۱۹۵۴ء ہی سے جماعت سے وابستہ اور اس کی رفتار کار سے بہ خوبی واقف بلکہ اس میں شریک ہیں۔ تحریکی، دینی اور عصری

موضوعات پر پچاس کے قریب کتب تصنیف کر چکے ہیں، جن میں سے بعض کا ہندستان کی متعدّد علاقائی زبانوں کے علاوہ عربی، انگریزی اور ترکی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ مولانا ایک عرصے سے مشہور علمی و تحقیقی ادارے 'ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی' علی گڑھ کی سربراہی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور اس کے مؤقر ترجمان سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی کے مدیر ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مشہور دینی درس گاہ جامعۃ الفلاح بلیریا گنج، اعظم گڑھ کے شیخ الجامعہ، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے تاسیسی رکن، آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت سمیت بہت سے تحریکی و ملّی اداروں سے ذمے دارانہ حیثیت میں منسلک ہیں۔ اس سے پہلے وہ ۱۹۹۱ء سے نائب امیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔

امیر جماعت منتخب ہونے کے بعد مولانا عمری کے اعزاز میں متعدد مقامات پر استقبالیہ پروگرام منعقد ہوئے، جن میں ان کے خطابات ہوئے اور مختلف رسائل و جرائد میں انٹرویوز شائع ہوئے۔ ان میں سہ روزہ دعوت، ماہ نامہ افکارِ ملّی، روز نامہ جنگ لندن، ماہ نامہ کانتی اور ویب سائٹ کوبرا پوسٹ ڈاٹ کام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان خطابات اور انٹرویوز میں مولانا نے ملکی، ملّی اور عالمی مسائل پر جماعت کا نقطۂ نظر پیش کیا ہے اور اس کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے ذریعے جماعت کی دعوت، بنیادی کام، مختلف ایشوز پر اس کے نقطۂ نظر اور پالیسیوں کی بہ خوبی وضاحت ہوتی ہے۔

ادارہ جناب ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کا ممنون ہے کہ انھوں نے امیرِ محترم کے انٹرویوز کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ان کی مناسب ترتیب و تدوین کر کے مکتبے کو اشاعت کی اجازت دی۔ واضح رہے کہ مرتّب موصوف نے انٹرویوز سے سوالات حذف کر دیے ہیں، جوابات سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے کہ کیا سوال رہا ہوگا۔ یہ امر باعثِ اطمینان ہے کہ چھپنے سے پہلے اِن انٹرویوز پر مولانا محترم نے بھی ایک نظر ڈالی ہے۔ امید ہے کہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کی اس پیش کش کو بہ نظرِ تحسین دیکھا جائے گا۔

ناشر

سیکولر ملک میں
جماعتِ اسلامی ہند کی سرگرمیاں

ہندستان ایک سیکولر اور جمہوری ملک ہے، یہاں ہر فرد کو از روئے دستور، دین و مذہب پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ و اشاعت اور تبدیلی مذہب کی آزادی ہے۔ اسی طرح مذہبی اور تعلیمی ادارے قائم کرنے، تنظیمیں بنانے اور چلانے کی بھی آزادی ہے۔ کوشش یہ ہے کہ یہ حق باقی رہے تاکہ اس ملک کے سامنے پوری وضاحت کے ساتھ یہ بات آئے کہ اسلام کیا ہے، اس کا نظامِ فکر و عمل کیا ہے اور وہ کس طرح دنیا و آخرت کی فلاح کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور اس کے بغیر فرد اور سماج کس طرح تباہ کن نتائج سے دوچار ہوتے ہیں۔ مختلف اسباب کی بنا پر اس ملک میں ہزاروں، لاکھوں غیر مسلموں میں شاید ہی کوئی ایک فرد ہوگا، جو اسلام کو اس حیثیت سے جانتا ہو۔ اس صورت حال کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ یہاں اسلام کا بھرپور تعارف ہو، اس کے لیے ملک میں آزادیٔ فکر و عمل کا باقی رہنا ضروری ہے۔

جماعتِ اسلامی ہند گزشتہ کئی سالوں سے برادرانِ وطن میں اسلام کے تعارف اور اس کے پیغام کو عام کرنے کے لیے منظّم اور منصوبہ بند انداز میں کوشش کر رہی ہے، اس نے اردو زبان میں موجود اس سلسلے کے لٹریچر کو ہندی اور انگریزی کے علاوہ علاقائی زبانوں میں بھی بڑے پیمانے پر نہ صرف منتقل کیا ہے، بلکہ غیر مسلم برادرانِ وطن کی نفسیات اور مذہبی رجحانات کو سامنے رکھ کر نیا دعوتی لٹریچر بھی تیار کیا اور اسے ان تک

پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح اب تک ملک کی پندرہ زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم ہوئے اور ان کی اشاعت عمل میں آئی۔ جماعت کی کوشش ہے کہ ملک اور بنی نوعِ انسان کو درپیش مسائل میں اسلام کو بہ حیثیت ایک متبادل پیش کرے اور نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کو محسن انسانیت اور نجات دہندہ کی حیثیت سے متعارف کرائے۔ لہٰذا ان کوششوں کو مزید تیز کرنے اور ابلاغ کے تمام ممکنہ ذرائع کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ جماعت ملک میں بننے والی عمومی پالیسیوں کا جائزہ لیتی رہتی ہے اور ان کے سلسلے میں نہ صرف یہ کہ اپنا نقطۂ نظر واضح کرتی ہے، بلکہ عام بیداری کے ذریعے ان پر اثر انداز ہونے کی کوشش بھی کرتی ہے۔ جماعتِ اسلامی ہند اس بات کے لیے بھی کوشاں ہے کہ ملک کے دستور میں موجود مذہبی آزادی کی یہ ضمانت نہ صرف باقی رہے بلکہ اسے ختم کرنے کی جو کوشش بعض فرقہ پرست اور فسطائی عناصر کی جانب سے ہو رہی ہے اس میں وہ کامیاب نہ ہونے پائیں۔

☆☆

موجودہ حالات میں

جماعت کی ترجیحات

ہماری اوّلین کوشش یہ ہوگی کہ جماعت کے ارکان و وابستگان جو کہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامت دین کے عظیم الشان نصب العین کے تحت اس ملک میں جدوجہد کررہے ہیں وہ فکری، علمی اور عملی پہلوؤں سے معیار مطلوب سے قریب تر ہوں اور جس دین کی طرف وہ لوگوں کو بلا رہے ہیں ان کا قول وعمل بھی اس دین کے مطابق ہو۔

دوسرا بڑا مسئلہ ہمارے سامنے یہ ہے کہ مسلمان اس ملک میں ایک ہزار سال سے موجود ہیں تاہم ابھی تک اسلام کا صحیح معنی میں تعارف نہیں ہوسکا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض شرارتی عناصر اسلام کی تصویر بگاڑنے کی شعوری کوششیں کررہے ہیں، اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ان کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس ملک کی اکثریت اسلام سے متعارف نہیں ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام دشمن عناصر نے ہماری تصویر جس طرح بگاڑی ہے اگر ہم نے اس کو بدلنے کی منظّم اور منصوبہ بند کوشش نہیں کی تو یہاں کی اکثریت ہمیں ایک دشمن قوم کی حیثیت سے دیکھے گی اور ہماری کوئی بات سننے کے لیے آمادہ نہ ہوگی، یہ بات واضح رہے کہ اس کے لیے ہمیں معذرت خواہانہ رویہ نہیں اختیار کرنا چاہیے، بلکہ مثبت اور مدلل انداز میں برادرانِ وطن کو اسلام سے اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت سے واقف کرانا ہوگا۔

اس ملک میں عام انسانی سماج کے بے شمار مسائل ہیں۔ پینے کے صاف پانی

سے لے کر صاف ستھری آب و ہوا کی دست یابی تک، غربت سے لے کر بے روزگاری تک طرح طرح کے مسائل ہیں، دنیا کی کوئی تنظیم بھی ان سب مسائل کو بیک وقت حل کرنے کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔ حتّٰی کہ حکومت کے لیے بھی ایسا کرنا مشکل ہے۔ یقیناً ان میں سے بعض مسائل کو ہم ترجیحی بنیاد پر اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ خود مسلمانوں کے بھی جو مسائل ہیں ان میں سے بعض مشترکہ جدوجہد کے طالب ہیں، ان کے لیے مشترکہ کوششیں ہونی چاہیے۔ بعض وہ مسائل ہیں جو ملت کی دیگر تنظیموں نے لے رکھے ہیں۔ اس میں ہم ان کا تعاون کریں گے۔ مسلمانوں کے بعض مسائل ایسے ہیں کہ اگر بہت ساری جماعتیں بھی انھیں انجام دے رہی ہوں تب بھی اس میدان کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ مثلاً مسلمانوں کی دینی و عصری تعلیم کا مسئلہ۔ غربت وافلاس کے ازالہ کا مسئلہ وغیرہ۔ ان مسائل کے سلسلے میں ہم اپنی استطاعت، افرادی و مادی وسائل کو بنیاد بنا کر آئندہ کی منصوبہ سازی کریں گے۔

ایک اہم مسئلہ امت کو دینی و اخلاقی لحاظ سے بلند و اعلیٰ مقام تک پہنچانا ہے۔ جسے دینی اصطلاح میں 'خیر اُمت' کا مقام کہا جاتا ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس کے لیے جتنی کوشش ہونی چاہیے احساس ہوتا ہے کہ اتنی کوشش نہیں ہو پائی ہے۔ اس مقامِ بلند تک پہنچے بغیر ہمارا کوئی امتیاز اس ملک میں باقی نہیں رہے گا۔

(الف) وابستگانِ جماعت کا تزکیہ اور جماعت کا داخلی استحکام

وابستگانِ جماعت کا تزکیہ اور جماعت کا داخلی استحکام ہماری توجہ کا اوّلین مرکز ہوگا۔ جماعت اسلامی ہند نے اپنے ارکان کے لیے ایک دینی و اخلاقی معیار مقرر کر رکھا ہے۔ ہر میقاتی پالیسی اور پروگرام میں اس کی وضاحت بھی ہوتی رہتی ہے۔ یہ معیار وہ ہے جس پر از روئے شریعت ہر مسلمان کو پورا اترنا چاہیے۔ جماعت اسلامی یہ چاہتی ہے اور یہ اس کے دستور کا تقاضا بھی ہے کہ اس کے ارکان اس معیار پر پورا اترنے کے لیے

کوشاں رہیں اور ایک صحیح، سچے مسلمان کا نمونہ اپنی زندگی میں پیش کریں۔ جماعت کے دستور میں ضروری اوصاف سے آگے معیار مطلوب کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ میرا احساس ہے کہ جماعت، اپنی تمام تر کوشش کے باوجود ابھی اس معیار تک نہیں پہنچ سکی ہے، جماعت کو تسلسل کے ساتھ اس سمت میں اپنی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ اس کے بغیر نہ صرف یہ کہ دستور کے تقاضے پورے نہ ہوں گے، بلکہ خود نصب العین کے تقاضے بھی پورے نہ ہوسکیں گے۔

(ب) تعارفِ اسلام

ملک میں اسلام کے تعارف کا عمل جس وسیع اور ہمہ گیر پیمانے پر ہونا چاہیے تھا، نہیں ہوسکا ہے۔ جماعت اس پوزیشن میں تھی اور یہ کام کرسکتی تھی، آج بھی کرسکتی ہے۔ لہٰذا اب اس طرف خصوصی توجہ دے کر تعارف و دعوت اسلامی کا کام بڑے پیمانے پر کیا جانا چاہیے۔

ہمارا ملک بہت وسیع و عریض ملک ہے، یہاں دعوت کا بہت بڑا میدان ہے۔ بہت سے مواقع ہیں، جنھیں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

جماعت شروع ہی سے اس بات کی فکر مند رہی ہے کہ بلا لحاظ ملک و ملت باشندگانِ ملک کے سامنے اسلام کا صحیح تعارف ہو۔ جہاں تک غیر مسلم برادرانِ وطن کے درمیان دعوت کا تعلق ہے جماعت کو شروع ہی سے اس کی اہمیت کا احساس رہا ہے۔ اسی کے پیش نظر مولانا ابو اللیث ندوی اصلاحیؒ کے دورِ امارت کے آغاز ہی میں مولانا صدرالدین اصلاحیؒ نے 'تیسیر القرآن' کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے اصلاً مخاطب غیر مسلم تھے۔ مولانا نے سورۂ بقرہ کی تفسیر مکمل کی۔ اس کے پہلے پارہ کا ہندی میں ترجمہ بھی ہوا، لیکن بعض وجوہ سے تفسیر کا یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ اس کے بعد مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے دور امارت میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں

میں تراجم کا منصوبہ تیار ہوا اور الحمد للہ، یہ کام مولانا محمد سراج الحسن صاحب کے امارت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یہ جماعت کی غیر معمولی خدمت اور کارِ دعوت کا سب سے ضروری حصہ ہے۔ اس کے بعد ۱۹۵۸ء میں ہفت روزہ کانتی کا اجرا عمل میں آیا۔ اس کے مقاصد میں بھی ایک اہم مقصد برادرانِ وطن کے سامنے اسلام کا تعارف تھا۔ اس کے ساتھ اگر آپ اس وسیع لٹریچر کو بھی سامنے رکھیں جو ہندی اور علاقائی زبانوں میں برادرانِ وطن کے پیشِ نظر مرتب اور شائع ہوا ہے تو آپ کو مسرت اور اطمینان کا احساس ضرور ہوگا۔ اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت و اشاعت کے میدان میں جتنا کام ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہوسکا ہے۔ اس کے متعدد وجوہ و اسباب ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جماعت کا ابتدائی دور آزمائشوں اور مشکلات کا دور رہا ہے۔ ہماری جو کچھ بھی محدود افرادی قوت تھی حکومت اس کو اپنے لیے خطرہ سمجھتی تھی۔ جماعت کے افراد بالخصوص اس کی قیادت کو کئی بار قید و بند کے مرحلوں سے گزرنا پڑا، اس بنا پر عام لوگ بھی جماعت سے قریب ہوتے ہوئے گھبراتے تھے۔ آزادی اور تقسیم ملک کے بعد مسلمانوں کو جن حالات کا سامنا کرنا پڑا وہ آپ کے سامنے ہیں۔ اس وقت ان کے اعتماد کو بحال کرنا، خوف، گھبراہٹ اور اضطراب کی فضا کو بدلنا، ان کے قدم جمانا ہماری اوّلین ترجیح تھی۔ پھر فسادات کا لامتناہی سلسلہ چل پڑا۔ جماعت کو اپنے محدود وسائل کے ساتھ ریلیف اور باز آبادکاری کے میدان میں اپنی قوت جھونک دینی پڑی۔ دوسری طرف ملک میں جو تعلیمی ادارے چل رہے تھے ان کے ذریعے ایک خاص کلچر (مغربی تہذیب اور ہندتو کا کلچر) ہماری نئی نسل کے ننھے ذہنوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی تھی اس کا مقابلہ ضروری تھا۔ چناں چہ جماعت نے مسلمانوں کی دیگر تنظیموں کے ساتھ مل کر دینی تعلیم کا کام شروع کیا۔ جماعت کی کوشش تھی کہ عصری درس گاہوں میں پڑھنے والے بچے اسکول جانے سے قبل مکاتب کے ذریعے نہ صرف دین کی بنیادی باتوں سے واقف ہوجائیں، بلکہ انھیں اپنی اسلامی شناخت اور اپنی تاریخ و شریعت کا اتنا علم ہوجائے کہ

بیرونی اثرات ان کے ذہنوں کو مسموم نہ کرسکیں۔ ان اہم اور ناگزیر کاموں میں جماعت کو اپنی طاقت اور قوت کا ایک بڑا حصہ لگانا پڑا۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ ان نامساعد اور ہنگامی حالات میں بھی دعوت کے میدان میں بہرحال کام ہوتا رہا ہے۔ خاص بات یہ کہ اس میدان میں کام کرنے والے افراد تیار کیے گئے اس طرح کہ انھیں جدید افکار و خیالات سے آگہی ہو اور ساتھ ہی وہ برادرانِ وطن کے مذاہب اور ان کی کتابوں سے بھی کماحقہ واقف ہوسکیں۔ الحمد للہ اب ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ اپنے وسائل کا ایک معتدبہ حصہ اس کام میں لگاسکیں۔ ان شاء اللہ اس میدان میں اب منصوبہ بند طریقے سے پیش رفت ہوگی۔

(ج) ملکی مسائل

ہم بعض ایسے مسائل کو ترجیحی طور پر اپنے ہاتھ میں لیں گے جس سے ایک طرف اسلام کا نقطۂ نظر اہل ملک کے سامنے آسکے اور دوسری طرف یہ ملک کی بڑی خدمت بھی ہوگی۔ مثلاً ملک میں جو طبقاتی کش مکش اور ذات پات پر مبنی استحصالی نظام ہے، اس کو ہم صحیح نہیں سمجھتے۔ اسے ختم کرنے کی اپنے امکان کی حد تک کوشش کریں گے۔ ریاستوں کے درمیان جو علاقائی رسہ کشی ہے، لسانی اور نسلی منافرت ہے اس کو ہم ملک کے لیے سمِّ قاتل سمجھتے ہیں۔ ہم انسان کو انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ نہ کسی کو سماجی لحاظ سے کوئی معمولی پیشہ اختیار کرنے پر اسے ارذل سمجھتے ہیں اور نہ کسی کو برہمن کے گھر میں پیدا ہوجانے پر اعلیٰ و ارفع۔ اسی طرح ایک پروفیسر اور ایک جاروب کش کے درمیان علم و فضل کا فرق تو ہوسکتا ہے لیکن بہ حیثیت انسان دونوں برابر ہیں۔ ہمارے نزدیک انسان ہونے کی حیثیت سے کوئی اونچا اور کوئی نیچا نہیں ہے۔ اس نقطۂ نظر کو پوری قوت سے ہم اہل ملک کے سامنے پیش کریں گے اور حسب نسب کی بنیاد پر اعلیٰ و ارفع اور اشراف و اراذِل کے جو مصنوعی معیار مقرر کرلیے گئے ہیں، ہم ان کو ڈھا دینا چاہتے

ہیں۔ غربت و افلاس بھی ایک بڑا مسئلہ ہے جو اس وقت ملک کے سامنے ہے۔ تمام تر ترقی کے باوجود ملک کی آبادی کا بڑا حصہ خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہا ہے۔ یہ ایک فرد یا چند افراد کا نقصان نہیں بلکہ پورے ملک کا نقصان ہے۔ یہ بات پوری قوت کے ساتھ اہل ملک کے سامنے آنی چاہیے کہ ہر فرد کی روزی روٹی کا انتظام کرنا حکومت کی ذمے داری ہے۔ اسی طرح کے بعض بنیادی مسائل کو جماعت اپنی ترجیحات میں شامل کرے گی۔

(د) ملّی مسائل

ہندستان کی ایک ارب دس کروڑ کی آبادی میں مسلمان پندرہ فیصد ہیں اور ان کے مسائل بے شمار ہیں۔ ان کے جان و مال، عزت و آبرو اور تہذیبی تشخص کے تحفظ کا مسئلہ، فسادات کی زد سے محفوظ رہنے کا مسئلہ، تعلیم کا مسئلہ، معاش کا مسئلہ، ان کی صحیح تربیت کا مسئلہ اور ان کو اخلاقی اعتبار سے اوپر اٹھانے کا مسئلہ۔ میرا خیال ہے کہ جماعت ان تمام مسائل کو یکساں طور پر نہیں چھیڑ سکتی، اس لیے اسے بعض مسائل کا انتخاب کر کے اس میں اپنی توانائی صرف کرنی چاہیے۔ شوریٰ عام طور پر ان مسائل کی تعیین کرتی ہے۔ اسی طرح میرا یہ بھی احساس ہے کہ ان سب مسائل کو تنہا جماعت اسلامی حل نہیں کر سکتی، اس میں وہ دوسری تنظیموں کے ساتھ اشتراک و تعاون کرتی رہی ہے اور آئندہ بھی اس کا تعاون جاری رہے گا۔ مسلمانوں کے بہت سے مسائل وہ ہیں، جن کے حل کا تعلق حکومت سے ہے، جماعت حکومت کو متوجہ کرے گی کہ وہ ان کے حل کے لیے اقدامات کرے۔ امت کا ایک بڑا اہم مسئلہ اس کی دینی و اخلاقی تربیت ہے، اس کی طرف جماعت کی توجہ رہی ہے، لیکن مزید توجہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

☆☆

وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور معاشی نابرابری کے بارے میں جماعت کا موقف

اس سلسلے میں ایک نقشۂ کار تو وہ ہے جو کمیونزم نے پیش کیا ہے۔ اسلام کا نقطۂ نظر اس کے برخلاف ہے۔ اس کے نزدیک آدمی جائز ذرائع سے معاشی ترقی کرسکتا ہے لیکن اس کے لیے وہ دوسروں کے حقوق پر دست درازی اور ان کے استحصال کی کسی بھی شخص کو کسی بھی حال میں اجازت نہیں دیتا۔ اس معاملے میں حکومت اگر محروم و مظلوم طبقات مثلاً مزدوروں اور صنعت کاروں، چھوٹے کاشت کاروں، کسانوں اور بڑے زمین داروں وغیرہ کے حقوق کے تحفظ کے لیے معقول ضابطے بناتی ہے تو ہم اس کی تائید کریں گے۔ اس کے لیے قانون ہی کافی نہیں، ماحول بنانے کی بھی ضرورت ہے۔ چناں چہ اسلام متمول اور صاحب خیر افراد سے کہتا ہے کہ تمھارے اموال میں سائل و محروم کا بھی حق ہے۔ اسی کے لیے اس نے زکوٰۃ کا نظام رکھا ہے، اس کے ساتھ اسلام کی اسپرٹ یہ ہے کہ دولت مند اور غریب افراد میں بہت زیادہ تفاوت نہ ہو۔ اسی بنا پر آدمی کے مرنے کے بعد اس کی دولت وارثوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ بڑے بیٹے یا بیوی کو منتقل نہیں ہو جاتی۔ اسی طرح اسلام ذخیرہ اندوزی کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ فرد کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ حصول معیشت کے لیے جائز طریقے اختیار کرے۔ غیر قانونی اور ناجائز طریقوں سے دولت نہ سمیٹے۔

جہاں ہم یہ محسوس کریں گے کہ ایک خاص طبقے کے مفاد کو سامنے رکھ کر اقدام

کیا جا رہا ہے اور عام انسانوں کے مفادات پر ضرب پڑ رہی ہے تو اس کے خلاف آواز اٹھائیں گے اور رائے عامہ ہموار کریں گے۔ میڈیا کے ذریعے بھی حکومت کے غلط اقدامات پر اثر انداز ہونے کی کوشش کریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی آمد سے ملک کی اقتصادی صورتِ حال بالخصوص چھوٹے کاروبار متاثر ہو رہے ہیں۔ پوری معیشت سمٹ کر چند بیرونی ہاتھوں میں مرکوز ہوتی جا رہی ہے۔ غریب کی غربت میں اور سرمایہ دار کی دولت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ گلو بلائزیشن اور اکنامک لبرلائیزیشن کے عواقب و نتائج کا زیادہ گہرائی و گیرائی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ماہرین معاشیات اور مسلم اسکالرس کو ایک ساتھ مل بیٹھ کر اس پر غور و فکر کرنا چاہیے۔

مسلم پرسنل لا کا مسئلہ

ہندستان کے دستور میں شریعت اپلی کیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء کے تحت یہاں کے ہر مذہبی اور تہذیبی گروہ کو اپنے پرسنل لا پر عمل کی آزادی حاصل ہے۔ جماعتِ اسلامی چاہتی ہے کہ اس کا یہ حق باقی رہے، اسی وجہ سے کامن سول کوڈ کی اس نے ہمیشہ مخالفت کی ہے اور اسے بنیادی حقوق میں مداخلت قرار دیا ہے۔ بعض اوقات یہاں عدالتوں سے پرسنل لا کے خلاف فیصلے ہو جاتے ہیں، اسے جماعت صحیح نہیں سمجھتی اور ہندستان میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے اس طرح کے فیصلوں کے خلاف عدالتی کارروائی ہوتی رہتی ہے۔ جماعت کا اسے پورا تعاون حاصل ہے۔ جماعت اسلامی ہند علیحدہ سے بھی تحفظ شریعت کے لیے کوشاں رہتی ہے۔

اتحادِ ملت کے لیے جماعت کی کوششیں

پوری امت کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ اس کی صفوں میں اتحاد ہونا چاہیے لیکن عملاً اتحاد نہیں ہو پاتا۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ کار میں الگ الگ کام کر رہا

ہے۔ ساتھ مل کر کام کرنے کا مزاج نہیں ہے۔ ہمیں یہ مزاج پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں میرا ذہن یہ ہے کہ جو جماعت جس میدان میں نمایاں خدمت انجام دے رہی ہے وہ انجام دے اور دوسری جماعتیں ممکنہ حد تک اس کا تعاون کریں۔ اس میں ذہنی تحفظ یا ریزرویشن نہیں بلکہ وسعت ذہن ہونی چاہیے۔ اگر ہر جماعت یہ چاہے کہ ملت کے تمام مسائل میں اس کی قیادت تسلیم کی جائے تو ہمارے درمیان اتحاد مشکل ہوگا۔ اس کے ساتھ اس بات کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی جماعتوں اور تنظیموں کے درمیان مشورہ ہوتا رہے اور کوشش کی جائے کہ ہمارے اقدامات متفقہ ہوں۔ اللہ نے چاہا تو جماعت اس سمت میں پیش رفت کرے گی۔

ہندستانی مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی دور کرنے کے لیے اقدامات

اس میں شک نہیں کہ ہندستانی مسلمان تعلیمی اعتبار سے بہت زیادہ پس ماندہ ہیں، تاہم پس ماندگی کا گراف ہر ریاست میں یکساں نہیں ہے۔ مثلاً جنوبی ہند کے مسلمان تعلیمی اعتبار سے نسبتاً بہتر پوزیشن میں ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ شمالی ہند کے مسلمان بھی تعلیم کے میدان میں آگے آئیں۔ اس سلسلے میں جماعت تعلیمی ترقی کے لیے جہاں ایک طرف اپنی سطح سے کوشش کر رہی ہے وہیں وہ عام مسلمانوں کو بھی اس پر آمادہ کر رہی ہے۔ تعلیمی اداروں کے قیام کے علاوہ جماعت نے مسلمانوں کے تحت چلنے والے اداروں کے لیے نہ صرف ایک متوازن نصاب تعلیم مرتب کیا ہے بلکہ پرائمری اور سیکنڈری درجات کے لیے درسی کتابیں بھی تیار کی ہیں۔ جماعت نے ملک کے مختلف خطوں میں تعلیمی بیداری کی مہم چلائی ہے، اس کے بہتر نتائج سامنے آرہے ہیں۔ اس کے ساتھ جماعت دینی تعلیم کے فروغ کے لیے بھی کوشاں ہے۔ اس کی نگرانی میں خالص دینی تعلیم کے ادارے بھی سرگرم عمل ہیں۔ اس سلسلے میں مزید اقدامات ان شاء اللہ کیے جائیں گے۔

ملک میں اسلام، مسلمانوں اور تحریکات اسلامی کو درپیش چیلنجز اور صحیح لائحۂ عمل

اس میں شک نہیں اس ملک میں اسلام، مسلمانوں اور اسلامی تحریکات کو بہت سے چیلنجز درپیش ہیں۔ اس کا بڑی حکمت و دانائی سے مقابلہ کرنا ہوگا۔

اس سلسلے میں ایک بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ طاقت کے بل پر اس کا مقابلہ کرسکتا ہے تو وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ دوسری بات یہ کہ ایک جمہوری ملک میں جہاں آپ کو دعوت و تبلیغ اور اپنی بات کو پیش کرنے کا حق حاصل ہو، طاقت کے استعمال کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس وقت آپ دو طریقوں سے اس کا مقابلہ کرسکتے ہیں، ایک فکری میدان میں اور دوسرے اخلاقی میدان میں۔ ہندستان میں ٹکراؤ کے راستے کو اختیار کرنا سخت نقصان کا باعث ہوگا۔

اردو زبان کا مسئلہ

اردو ہندستان کے بعض صوبوں کی دوسری سرکاری زبان ہے، یہ ہندستانی مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی کی مادری زبان ہے۔ غیر مسلموں کی بھی ایک معتدبہ آبادی اردو بولتی ہے، مسلمانوں کا بہت بڑا دینی سرمایہ بھی اس زبان میں موجود ہے۔ اردو زبان کی شیرینی، حلاوت اور اثر آفرینی کو ملک کی ایک بڑی آبادی تسلیم کرتی ہے۔ لہٰذا اردو زبان کی بقا، تحفظ اور فروغ ضروری ہے۔ ہم اس بات کی تائید کرتے ہیں بلکہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہر بچے کو اس کی مادری زبان میں ابتدائی تعلیم ملنی چاہیے۔ ملک کی کئی ریاستوں میں بارہویں جماعت تک اردو ذریعۂ تعلیم ہے۔ یہ کسی بھی پہلو سے مسلمانوں کو پس ماندہ بنا رہی ہے اور نہ ہی بے روزگار، بلکہ ان کی ترقی اور آگے بڑھنے میں معاون و مددگار ثابت ہو رہی ہے۔ یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہے کہ پبلک سروس کمیشن

کے مسابقتی امتحانات میں بعض طلبہ اردو زبان کو بہ طور خاص اختیار کرتے ہیں، جس سے ان کو حاصل ہونے والے نمبروں میں قابل قدر اضافہ ہوتا ہے، اس کے ساتھ انگریزی کو نصاب کا لازمی جزء ہونا چاہیے اس لیے کہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بالعموم انگریزی زبان ہے اس لیے ایسی صورت لازماً نکالی جانی چاہیے کہ جو بچہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہے وہ انگریزی میں کم زور ہونے کی وجہ سے پیچھے نہ رہ جائے۔

سچر کمیٹی رپورٹ کی روشنی میں جماعت کی آئندہ حکمت عملی

سچر کمیٹی کی رپورٹ میں مسلمانوں کی جس صورتِ حال کا ذکر ہے، بعض دوسری کمیٹیاں بھی اس کا ذکر اپنی رپورٹوں میں کرتی رہی ہیں، خود مسلمانوں نے بارہا حکومت کو اس طرف توجہ دلائی لیکن حکومت ہی کی قائم کردہ سچر کمیٹی نے اعداد وشمار کے ذریعے جو تفصیلات فراہم کی ہیں وہ خود حکومت کی اس معاملہ میں ناکامی کا کھلا اعتراف ہے، جس کا کوئی مخالف بھی انکار نہیں کرسکتا۔ جماعتِ اسلامی ہند نے دہلی میں اس سلسلے میں ملک کی ۱۵ دیگر تنظیموں کے ساتھ مل کر ایک دو روزہ ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ اسی نوعیت کا ایک اور ورکشاپ کلکتہ میں کیا اور اس میں رپورٹ کا تفصیلی جائزہ لینے کی کوشش کی گئی۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کے تمام دینی وملی جماعتوں کا تعاون حاصل کرنے کی بھی سعی کی جا رہی ہے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ جس مقصد کے لیے سچر کمیٹی مقرر کی گئی ہے، وہ مقصد پورا ہو اور حکومت اپنی ذمے داریوں کو محسوس کرے۔ ہمیں خوشی ہے کہ بعض غیر مسلم تنظیمیں بھی اس کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں۔ ان تمام کوششوں کو مربوط کرنے اور مناسب اقدامات کی ضرورت ہے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ

ایک جمہوری ملک میں از روئے دستور ہر قوم اور ہر امت کو اپنے پرسنل لا پر عمل کی آزادی حاصل ہوتی ہے ہمارے ملک کے دستور نے بھی یہ آزادی فراہم کی

ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اس کے رہنما اصول میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملک کو کامن سول کوڈ کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیے۔ یہ بات خاص طور پر مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول رہی ہے۔ چنانچہ جماعت کے ۱۹۵۶ء کے پروگرام کا ایک اہم نکتہ یہ تھا کہ پرسنل لاء میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی جائے۔ دستور کے رہنما اصول سے کامن سول کوڈ سے متعلق دفعہ کو حذف کر دیا جائے یا کم از کم مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ کیا جائے۔ اسی طرح کے پس منظر میں مسلم پرسنل لا بورڈ وجود میں آیا۔ ۱۹۷۲ء میں اس کا پہلا اجلاس ممبئی میں منعقد ہوا۔ خاکسار بھی اس میں شریک تھا۔ اس وقت بورڈ کے اس اوّلین اجلاس میں شریک ہونے والے افراد چند ایک ہی رہ گئے ہیں۔ اس مسئلہ پر امت کے درمیان جیسا اتحاد دیکھا گیا تقسیم کے بعد کسی مسئلہ پر اس طرح کا اتحاد نہیں دیکھا گیا۔ اب بھی میرا خیال ہے کہ یہ بڑی حد تک مسلمانوں کا متحدہ فورم ہے اور مختلف معاملات میں اس نے جو اقدامات کیے ہیں بالعموم مسلمانوں کا تعاون اسے حاصل رہا ہے۔ جماعت اسلامی کا اس بورڈ کے قیام میں اہم رول رہا ہے اور ہر موقع پر اس نے اس کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ اس ادارہ کو زیادہ سے زیادہ فعّال ہونے کے لیے ضروری ہے کہ سب ہی جماعتوں کی اس میں اس طرح نمائندگی ہو کہ کسی بھی گروہ کو اس کا احساس نہ ہو کہ اسے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ یہ امت کے درمیان ایک بڑا مشترک فورم ہے۔ اس کے ساتھ جماعت کا تعاون ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

ہند و پاک تعلقات

ہند و پاک نہ صرف ہم سایہ ممالک ہیں بلکہ دونوں کے درمیان بہت ساری چیزیں قدرِ مشترک ہیں۔ دونوں کا ایک ہی ماضی ہے، دونوں ممالک کے درمیان سماجی رشتے ہیں، سرحد کے دونوں طرف بہت سارے ٹوٹے ہوئے اور منتشر خاندان آباد ہیں، اس لیے دونوں ملکوں کے درمیان خوش گوار تعلقات کا پایا جانا کئی پہلوؤں سے وقت کی

اہم ترین ضرورت ہے۔ اس وقت دونوں ممالک کے درمیان اعتماد کی بحالی کے لیے جو اقدامات ہو رہے ہیں اسے ہم تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، چاہے وہ راستوں کا کھولنا ہو یا تجارتی تعلقات کو مزید بہتر بنانا، سرحدی تنازعات کو کم کرنا ہو یا دیگر امور۔ اسی کے ساتھ جماعت کا یہ موقف ہے کہ دونوں کے مابین متنازع امور کو افہام و تفہیم اور مذاکرات کے ذریعے ہی حل کیا جانا چاہیے۔

جماعتِ اسلامی ہند اور مسئلۂ کشمیر

مسئلۂ کشمیر کے سلسلے میں جماعت کا موقف بہت واضح اور صاف ہے۔ جماعت اوّل روز سے یہ کہہ رہی ہے کہ اس مسئلہ کا حل باہمی گفت و شنید سے نکلنا چاہیے۔ یہ حل ایسا ہونا چاہیے جو ہندستان اور پاکستان کے ساتھ کشمیری عوام کے لیے بھی قابل قبول ہو۔ ورنہ جو حل بھی تجویز کیا جائے گا وہ دیرپا اور مستقل نہیں ہوگا۔ جماعت اس مسئلے میں فریقین میں سے کسی کے لیے بھی طاقت کے استعمال کو مفید نہیں سمجھتی۔ اس مسئلہ پر دونوں ملکوں کے درمیان تین جنگیں ہوچکی ہیں جو بے نتیجہ رہیں اور اب تو دونوں ملک جوہری اسلحہ کے حامل ہیں۔ اگر خدانخواستہ جنگ ہوئی تو یہ زیادہ تباہ کن ہوسکتی ہے۔

☆☆

عالمی سطح پر امت مسلمہ کا سب سے بڑا مسئلہ اور اس کا حل

میرے نزدیک اس وقت امت مسلمہ کو جو سب سے بڑا چیلنج در پیش ہے وہ یہ ہے کہ اس کی تصویر غلط اور قابلِ نفرت پروپیگنڈے کے ذریعے اتنی بگاڑ دی گئی ہے کہ کوئی بھی شخص امت سے قریب ہوتے ہوئے پس و پیش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ امت کا ہر فرد دہشت گرد اور خوں خوار ہے اور پوری دنیا کو اس سے سخت خطرہ لاحق ہے۔ اگر وہ دہشت گرد نہیں ہے تو اسے اپنے مہذب شہری ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ گو گفتگو مسلمانوں سے متعلق ہوتی ہے لیکن اسلام کی تعلیمات اور فرد و سماج پر اس کے اثرات تنقید کا ہدف بن جاتے ہیں۔ گویا اسلام ہی نے تخریبی ذہن پیدا کیا ہے۔ اتنے بڑے پیمانے پر اور اتنے منظّم طریقے سے اتنی بڑی امت کی کردار کشی شاید اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ سب کچھ گھٹیا سیاسی اور معاشی مقاصد کے تحت کیا جا رہا ہے۔ افغانستان، عراق، فلسطین اور لبنان اس کا واضح ثبوت ہیں۔ اب ایران اور شام کے سلسلے میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مغرب کے اس جارحانہ رویے کا مسلمانوں کی طرف سے کبھی کبھی جواب دیا جاتا ہے اور خود مغرب میں بھی اس پر تنقید ہوتی ہے لیکن یہ آواز مسلم دشمنی کے شور وشغب میں دب کر رہ جاتی ہے۔ کردار کشی کے اِس مسلسل پروپیگنڈے کے شر میں خیر کا پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ بہت سے سنجیدہ ذہنوں میں اسلام ایک سوال بن کر ابھر رہا ہے کہ اسلام آخر کیا ہے؟ آخر اس سے امریکہ اور مغربی طاقتیں خوف زدہ کیوں

ہیں؟ چناں چہ اس کی وجہ سے غیر مسلم دنیا میں قرآن کی طرف توجہ پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی ہے اور آج مذہبی کتابوں میں وہ سب سے زیادہ پڑھا جارہا ہے۔ بہت سے لوگوں کو اسلام کی تعلیمات اس قدر متاثر کر رہی ہیں کہ وہ اس کی آغوش میں آتے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں، میرے خیال میں کرنے کے دو کام ہیں، ایک یہ کہ امت اپنے ممکنہ وسائل کو استعمال کرکے مغرب کے اعتراضات اور افترا پردازی کا مدلل ثبوت فراہم کرے۔ امت میں ایسے افراد بھی ہیں جو اس کا جواب دے سکتے ہیں اور وہ اتنے وسائل بھی رکھتی ہے کہ اس کی آواز دور تک پہنچ سکے، دوسرا کام جو کرنے کا ہے وہ یہ کہ امت اپنے کردار سے اسلام کا نمونہ پیش کرے اور دنیا کو معلوم ہو کہ مسلمان کسے کہتے ہیں، اس کی سیرت اور اس کا کردار کیسا ہوتا ہے۔ وہ کیسا پڑوسی ہوتا ہے کیسا شہری ہوتا ہے، اس کی تہذیب و معاشرت کیسی ہوتی ہے۔ مخالفین کے ساتھ وہ کیا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اس سے عملاً اس پروپیگنڈے کی تردید ہوتی چلی جائے گی جو مسلمانوں کے سلسلے میں کیا جارہا ہے۔

عالمی اسلامی تحریکات کے ساتھ جماعت کے روابط

اس میں شک نہیں کہ مسلم ممالک میں بلکہ پوری دنیا میں اسلام کی دعوت کا جذبہ پایا جاتا ہے اور احیائے اسلام کی کوششیں بھی ہو رہی ہیں لیکن ہر تحریک کا طریقہ کار اپنے حالات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ہندستان میں جماعتِ اسلامی اصولی طور پر اسلام کی دعوت اور اس کی اقامت کا کام کرنا چاہتی ہے اور اس کے لیے وہ اخلاقی و دستوری طریقہ کار کی پابندی ضروری خیال کرتی ہے، وہ کوئی ایسا راستہ اختیار کرنا صحیح نہیں سمجھتی ہے جو ملک میں فساد و انتشار کا سبب بنے۔ اس لیے اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کی سربلندی کے لیے جو بھی خدمات دنیا میں انجام پا رہی ہیں انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھنے کے باوجود جماعت کا اپنا متعین راستہ ہے۔ اسلام کی دعوت اور اس کے متعلقات پر جو اعتراضات ہو رہے ہیں ان کو رفع کرنے کی جو علمی و فکری کوششیں ہو رہی ہیں جماعت ان سب سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔ جماعت کو مختلف تحریکات اسلامی سے

روابط کے مواقع کم ہی حاصل رہے ہیں۔ جماعت چاہتی ہے کہ جب بھی اس کا موقع ملے اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ خیالات کے تبادلہ کا سلسلہ جاری رہے۔ ان کی کوششیں براہِ راست ہمارے سامنے آئیں اور ہمارے طریقہ کار سے بھی وہ واقف ہوں۔

ملک کی موجودہ سیاسی صورتِ حال میں جماعت کی کوششیں

سب سے پہلے یہ بات واضح کرنی ضروری ہے کہ جماعت انتخابات میں خود براہِ راست حصہ نہیں لیتی، یعنی وہ اپنے نمائندے نہیں کھڑے کرتی ہے۔ البتہ اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کے تحت پارلیمانی اور ریاستی انتخاب پر منصوبہ بند طریقہ سے اثرانداز ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ اس نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ مسلمانوں کی جو جماعتیں الیکشن میں حصہ لے رہی ہیں وہ متحد ہوں اور ملی وملکی مفاد کو سامنے رکھیں۔ اس کے نتیجے میں بعض ریاستوں میں انتخابات میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے مشترکہ پلیٹ فارم بھی وجود میں آئے۔

انتخابات میں حصہ لینے یا نہ لینے کا مسئلہ

اسلام کے عقیدے کا ایک بنیادی جزیہ ہے کہ حقیقی قانون ساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور انسان کے لیے قانون دینے کا حق صرف اسی کو حاصل ہے۔ انسان کی پوری زندگی اسی کے تابع ہونی چاہیے۔ ہم اپنے عبادات و اخلاق، تہذیب و معاشرت، قانون و سیاست ہر شعبۂ حیات میں اسی کے تابع فرمان ہوکر رہیں۔ اس نکتہ پر جماعت میں کبھی اختلاف نہیں رہا۔ اور اب بھی اسے یکسوئی حاصل ہے۔ ہمارا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اسلام ہی سے دنیا کے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ انسان کو عدل و انصاف مل سکتا ہے۔ وہ کامیاب زندگی گزار سکتا ہے اور وہ آخرت کی فوز و فلاح سے بھی ہم کنار ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ بات ابھی پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ اس ملک کے سامنے نہیں آسکی ہے۔ اسے پوری وضاحت کے ساتھ ملک کے سامنے پیش کرنے کے لیے یہاں

جمہوریت کا باقی رہنا ضروری ہے۔ جمہوریت کا بنیادی اصول فکر و عمل کی آزادی ہے۔ اس میں ہر شخص کو اپنے عقیدہ کے مطابق عمل اور اس کی تبلیغ کا حق حاصل رہتا ہے۔ جمہوری فضا میں تمام معروف ذرائع سے کام لے کر اپنی بات کہی جاسکتی ہے۔ ہمارے ملک میں ایسی طاقتیں موجود ہیں جو جمہوریت کو ختم کر کے ایک خاص تہذیب اور نقطۂ نظر کو پورے ملک پر مسلط کرنا چاہتی ہیں۔ جن کے برسر اقتدار ہونے کی صورت میں اسلامی تعلیمات پر عمل اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے مواقع شاید باقی نہ رہیں۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ ان کا زور ٹوٹے اور اقتدار کی باگیں ان کے ہاتھوں میں نہ ہوں۔ اس ملک میں دو طرح کی سیاسی طاقتیں عملاً کام کر رہی ہیں۔ ایک وہ جو کہتی ہیں کہ ہندستان کے ہر شہری کو ان کے بنیادی حقوق حاصل ہوں۔ دوسری وہ جو چاہتی ہیں کہ بعض کو یہ حقوق حاصل ہوں اور بعض ان سے محروم رہیں۔ ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ سیاست کے میدان میں وہ لوگ آگے نہ آئیں جو کسی بھی طبقہ کے حقوق سلب کرنے کے درپے ہوں۔ اسی نقطۂ نظر کے تحت جماعت نے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اصحاب بھی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اللہ شارع و قانون ساز ہے اور کسی فرد اور گروہ کو قانون سازی کا حق حاصل نہیں ہے، اس لیے ان کے نزدیک کسی کو قانون سازی کے مقام پر پہنچانا صحیح اور درست نہیں ہے، اس پہلو سے آپ دیکھیں گے اور محسوس کریں گے کہ ہمارے درمیان اصل مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ صرف ضرورت اور حالات کے تحت بعض اصحاب موجودہ انتخابی سسٹم سے فائدہ اٹھانے میں حرج نہیں سمجھتے ہیں اور بعض حضرات عقیدہ کی رو سے اس سے اجتناب کرنا چاہتے ہیں۔ اس موضوع پر ہمارے درمیان طول طویل بحثیں ہوتی رہی ہیں، مسئلہ کی نوعیت اختلافی ہے اس لیے شوریٰ کی رائے کے مطابق عمل ہوتا رہا ہے۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ جماعت ملک و ملت کے مفاد میں ان افراد اور جماعتوں کی حمایت کا فیصلہ کرتی رہی ہے جو جمہوری ذہن کے حامل اور اسلام اور مسلمانوں کے مسائل سے ہم دردی رکھتے ہیں۔

اسے ایک دینی اور ملّی ضرورت سمجھا گیا ہے۔ اس نے پارلیمانی انتخابات میں باقاعدہ حصہ لینے کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔

جہاں تک لوکل باڈیز کا تعلق ہے، اس میں حصہ لینے میں شریعت مانع نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہاں قانون سازی نہیں ہوتی ہے۔ عام انسانوں کی روز مرہ کی بنیادی ضروریات لوکل باڈیز کے پیش نظر ہوتی ہیں۔ یہ سماجی خدمت کا ایک وسیلہ ہے لہٰذا اس پہلو سے جماعت اس پلیٹ فارم کو استعمال کرنا چاہتی ہے۔

لوکل باڈیز کے انتخاب میں حصہ لینے کا فیصلہ جماعت کی شوریٰ نے گزشتہ میقات میں کیا تھا، یہ فیصلہ برقرار ہے۔ اس فیصلے کے پیچھے یہ خیال کارفرما ہے کہ لوکل باڈیز خدمت خلق کے ادارے ہیں۔ ان اداروں میں اگر اچھے افراد پہنچیں تو وہ زیادہ بہتر طور پر خدمت کر سکتے ہیں۔

جہاں تک انتخابی سیاست کا تعلق ہے، جماعت نے ملک میں بڑھتی ہوئی فرقہ پرستی اور فسطائیت کے رجحان اور ملت کے مفاد کے پیش نظر انتخابی سیاست پر اثر انداز ہونے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ ایسے افراد برسر اقتدار نہ آئیں جو جمہوری ذہن نہیں رکھتے اور جن کا ذہن اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں صاف نہیں ہے بلکہ ان کی روش سراسر معاندانہ ہے اور جو ان کے جائز اور معقول مطالبات پر بھی توجہ دینا نہیں چاہتے۔ یہ امت کی ایک سیاسی ضرورت ہے۔

اس کے ساتھ فرقہ پرستی اور فسطائیت کا مقابلہ کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان حلقوں کو مدعو قرار دے کر دعوت کے راستے سے ان کے دل و دماغ تک پہنچا جائے۔ جماعت کے پیش نظر یہ دونوں ہی طریقے رہے ہیں۔ ہم ایک طرف سیاسی سطح پر فسطائیت کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو دوسری طرف ہمارا میدان کار ہی دعوت ہے اور ہر وہ فرد ہمارا مدعو ہے، جس تک اس کی تعلیمات صحیح شکل میں نہیں پہنچ سکی ہیں۔ اسے اسلام سے واقف کرانا ہماری دینی ذمے داری ہے۔

جماعت نے اپنے داعیانہ کردار کو فراموش کر کے محض انتخابی سیاست کو فرقہ پرستی اور فسطائیت کے مقابلہ کا واحد طریقہ نہیں سمجھ رکھا ہے وہ اپنا دعوتی کام بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔

فسطائیت اور فرقہ پرستی کے خلاف جماعت کی کوششیں

تمام کوششوں کے باوجود فسطائی اور فرقہ پرست طاقتوں کا خطرہ اب بھی برقرار ہے۔ دہلی میونسپل کارپوریشن کے نتائج آپ کے سامنے ہیں۔ اس سے قبل پنجاب اور اترانچل میں بھی یہ طاقتیں مضبوط ہوئی ہیں۔ لہٰذا ہمیں اپنی کوششوں کو مزید تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ملک میں جمہوری فضا باقی رہے۔ ملک میں ہر طبقہ کو آزاد و جمہوری فضا میں اپنی بات کہنے کا موقع ملنا چاہیے۔ فسطائی اور فرقہ پرست طاقتیں اس حق کو چھیننے کے درپے ہیں۔ ہم جمہوری آئینی طریقوں اور قانونی حدود میں رہتے ہوئے ان طاقتوں کا مقابلہ کریں گے۔ الیکشن بھی اس کا ایک ذریعہ ہوسکتا ہے۔

جدید لٹریچر کی ضرورت

جماعت کا جو علمی اور فکری لٹریچر ہے اس کی اہمیت تسلیم شدہ ہے، اس نے اسلام کا صحیح اور وسیع تصور دیا، اس کے حق میں دلائل فراہم کیے۔ دورِ جدید میں اسلام پر جو اعتراضات ہوتے ہیں ان کا جواب فراہم کیا۔ اسلام جو مضبوط سیرت و کردار پیدا کرنا چاہتا ہے اس کی وضاحت کی اور دعوت و تحریک کا جذبہ بیدار کیا اور ایک منظّم تحریک برپا کی۔ اس سب کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو کچھ موجود ہے وہ ہماری ضرورت کے لیے کافی ہے، اور مزید لٹریچر کی ضرورت نہیں۔ نئی نئی ضرورتیں سامنے آتی رہیں گی اور اپنی تکمیل کا مطالبہ کریں گی۔ کوئی زندہ تحریک اس سے صرف نظر نہیں کرسکتی۔ میں ایک خاص پہلو کی طرف اس وقت توجہ مبذول کراؤں گا۔ ہمارے تحریکی لٹریچر میں اصلاً مغرب کے فکر و فلسفہ کو پیش نظر رکھا گیا اور اس کی کم زوریاں واضح کرنے اور اسلام کی

حقانیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن موجودہ دور میں مذہب ایک اہم فیکٹر کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آرہا ہے۔ مغرب میں مادیت کے ردعمل میں اس کی ضرورت کا احساس آہستہ آہستہ اُبھر رہا ہے اور مشرق میں بھی احیائے مذہب کا شدید جذبہ پایا جاتا ہے۔ اس لیے اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس پہلو سے بھی لٹریچر فراہم کیا جائے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہم نے اس سلسلے میں کوئی کوشش نہیں کی۔ بلاشبہ اس ضمن میں قابل قدر کوششیں ہوئی ہیں لیکن یہ پہلو جس وسیع اور گہرے مطالعہ کا تقاضا کرتا ہے، ضرورت ہے کہ اس کا حق ادا کیا جائے اور اس کے لیے ایک پوری ٹیم تیار ہو۔ اسے جماعت کے تحریکی اور دعوتی کاموں میں ایک طرح سے ترجیح حاصل ہونی چاہیے۔

علمی وفکری میدان میں جماعت کے پیش نظر کام

جماعت کے ابتدائی دور میں رام پور میں ثانوی درس گاہ اسی مقصد کے لیے قائم ہوئی تھی۔ اس نے محدود پیمانے پر ہی سہی بعض انتہائی اعلیٰ دماغ اور باصلاحیت افراد جماعت کو دیے۔ ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ اسی لیے قائم ہوا اور وہ حسبِ استطاعت خدمت انجام دے رہا ہے اور اسلامی اکیڈمی کے پیش نظر بھی یہی کام ہے۔ لیکن مختلف اسباب کی بنا پر ہم اس کام کو اس طرح آگے نہیں بڑھا سکے جیسا کہ اس کا حق تھا۔ اب ہماری کوشش ہوگی کہ پہلے سے قائم اداروں کو مستحکم کریں اور اگر ضرورت متقاضی ہو تو مزید ادارے بھی قائم کیے جاسکتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ جدید مسائل اور چیلنجز کا جس انداز میں تجزیہ کیا جانا چاہیے تھا ہم نہیں کرسکے۔ اسی طرح جیسی باصلاحیت ٹیم ہمیں درکار ہے اس طرح کی ٹیم بھی ہم ابھی تک نہیں تیار کرسکے ہیں۔ ہمیں عصری مسائل کا گہرائی اور گیرائی سے تجزیہ کرنے والے افراد درکار ہیں اس کے لیے باضابطہ اور منصوبہ بند کوشش ہونی چاہیے۔

موجودہ دور میں قائدین کے اوصاف

یہ بات یقیناً صحیح ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کسی بڑی تبدیلی کے لیے جہاں علمِ کتاب وسنت سے بہرہ ور ہونا لازمی ہے وہیں عصرِ جدید کے حالات اور تقاضوں سے واقفیت بھی ازبس ضروری ہے۔ روایتی علماء سے مراد اگر ایسے علماء ہیں جو حالات حاضرہ سے بالکل ہی بے خبر ہیں اور اکیسویں صدی میں پیدا ہونے کے باوجود ذہنی وفکری لحاظ سے چھٹی اور ساتویں صدی میں رہ رہے ہیں تو بلاشبہ ان کے ذریعے کسی بڑی تبدیلی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ امت میں ایسے علماء موجود ہیں، جن کی دین پر گہری نظر ہے اور جو حالاتِ زمانہ سے بھی باخبر ہیں۔ اس تحریک کے لیے ہمیں ایسے افراد کی ضرورت ہے جو بہ یک وقت دین پر بھی اچھی نظر رکھتے ہوں اور حالات زمانہ سے باخبر اور اس کے نبض شناس بھی ہوں۔ جماعت کی یہ کوشش ہے کہ اس میں دونوں طرح کی صلاحیت کے حامل افراد موجود ہوں اور ان میں برابر اضافہ ہوتا رہے۔

دیگر اقلیتی گروپوں سے جماعت کے روابط

اسلام کا تعارف کرانے اور اسلام اور مسلمانوں سے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرنے کے مقصد سے جماعت ملک کے تمام طبقات سے روابط استوار کرنا چاہتی ہے اور اس کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ ایمرجنسی کے دوران جماعت اور آر ایس ایس کے افراد ایک ساتھ جیلوں میں تھے۔ وہاں صبح و شام ان کے ساتھ رہنا ہوا، گفتگو اور تبادلۂ خیال کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ان کی غلط فہمیاں دور کرنے کا موقع ملا۔ اسی بنیاد پر جماعت دیگر اقلیتی گروپوں سے بھی روابط رکھتی ہے۔ اس لیے کہ جماعت سمجھتی ہے کہ ملک کے تمام طبقات تک اسلامی تعلیمات کا پہنچنا ضروری ہے۔ اسی طرح جماعت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ملک کے تمام باشندوں کو ان کے وہ بنیادی حقوق ملنے چاہئیں جن کی ضمانت ملک کے دستور میں تمام شہریوں کے لیے دی گئی ہے۔ خواہ وہ

کسی مذہب اور کسی ذات برادری سے تعلق رکھتے ہوں۔ اگر کوئی اقلیتی گروپ کسی حق سے محروم ہوگا یا کوئی اس پر ظلم کرے گا تو بحیثیت مسلمان ہماری ذمے داری ہے کہ اس ظلم کے خلاف اور اس گروپ کی حمایت میں آواز بلند کریں۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے بعض اقلیتی گروپ یا سماج کے مظلوم طبقات جماعت یا دیگر مسلم تنظیموں سے محض سیاسی سطح پر، سیاسی ایشوز میں اور سیاسی مقاصد سے تعاون چاہتے ہیں۔ انھیں اسلام اور اس کی تعلیمات سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتحاد کی یہ واحد بنیاد نہیں ہونی چاہیے۔ ہمیں ان کو یہ بھی بتانا چاہیے کہ اسلام ان کے مسائل و مشکلات کو کس طرح حل کرسکتا ہے۔

تعلیم اور معیشت کی طرف توجہ

جماعت تعلیمی، اقتصادی اور دیگر میدانوں میں مسلمانوں کی ترقی کے لیے کوشاں ہے۔ اس نے متعدد تعلیمی ادارے، اسپتال اور علاج معالجہ کے مراکز قائم کیے ہیں۔ خاص طور سے جنوبی ہند میں، جہاں وابستگانِ جماعت نے مقامی حضرات کے ساتھ مل کر اسکولس، کالجز اور ہاسپٹلس قائم کیے ہیں، جن سے مسلم اور غیر مسلم سب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ شمالی ہند میں مسلمان تعلیم کے میدان میں پیچھے ہیں اور اسکولی سطح پر تعلیمی سلسلہ منقطع ہونے کی شرح زیادہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم مسلمانوں کی سماجی اور تعلیمی ترقی پر اور زیادہ توجہ دیں اور مسلم نوجوانوں کے لیے عصری اور دینی دونوں طرح کی تعلیم کا انتظام کریں۔ بغیر عصری تعلیم کے مسلمان ترقی نہیں کرسکتے۔ اس لیے اس کام کو ہماری ترجیحات میں شامل ہونا چاہیے۔

جماعتِ اسلامی ہند اور میڈیا

اسلام اب تک اہلِ ملک کے سامنے ایک ایشو نہیں بن سکا ہے۔ اس کا جو کچھ تعارف ان کے درمیان ہے وہ منفی انداز میں ہے۔ اس کا اظہار آئے دن میڈیا میں

اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں پیش کی جانے والی تصویروں سے ہوتا رہتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں اسلام مثبت انداز میں، اس حیثیت سے کہ وہ ملک کے مسائل حل کرسکتا ہے، نمایاں ہوکر سامنے آئے۔

افسوس کہ ہم میڈیا کو اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ماس میڈیا کو اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے استعمال کریں اور یہ دکھائیں کہ اسلام اور اس کے ماننے والے ملک کو درپیش مسائل کو حل کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جماعت مختلف زبانوں میں اخبارات و رسائل شائع کرتی ہے۔ مگر وہ رائے عامہ پر اثر انداز نہیں ہوپاتے، اس لیے کہ ان کے قارئین عموماً صرف مسلمان ہیں۔ ایک محدود حلقے کے باہر ان کی آواز نہیں پہنچتی۔ ایک واقعہ ان اخبارات میں چھپے تو وہ نظر انداز ہو جاتا ہے لیکن اگر وہی اسٹوری کسی نیشنل اخبار میں شائع ہو تو اس کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے میڈیا کا ایک وسیع اور خاص طور پر غیر مسلم حلقے میں کوئی اثر نہیں ہے۔ اس معاملے میں صرف کیرلا کا استثناء ہے، جہاں سے نکلنے والا جماعت کا اخبار 'مادھیامم' قارئین کا ایک وسیع حلقہ رکھتا ہے جن میں غیر مسلم بھی بڑی تعداد میں ہیں۔ اسی وجہ سے کیرلا پولیٹکس میں اس کا اثر محسوس کیا جاتا ہے۔

جماعت نے کچھ عرصہ قبل میڈیا سیل قائم کیا تھا۔ اس نے اپنا کام میڈیا میں اسلام اور مسلمانوں سے متعلق شائع ہونے والے مضامین اور رپورٹوں کے ڈاکومینٹیشن اور قائدین جماعت کو ان معلومات کی فراہمی تک محدود رکھا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس سے آگے بڑھ کر کام کیا جائے۔ اس سلسلے میں تین پہلوؤں سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ ایک مستقل میڈیا ٹیم تیار کی جائے جو اپنی رپورٹوں اور دیگر سرگرمیوں کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیاں دور کرے اور صحیح حقائق پیش کرے۔ دوم یہ کہ میڈیا سے وابستہ غیر مسلم اصحاب سے رابطہ قائم کیا جائے۔

ان میں سب لوگ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں منفی ذہن نہیں رکھتے، بلکہ کچھ ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں حقائق کو معروضی انداز میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ماضی میں گجرات میں ہونے والی مسلم کشی کے خلاف ان کی آواز میڈیا سے وابستہ مسلم حضرات سے زیادہ بلند تھی۔ سوم یہ کہ ہمیں مسلمانوں اور وابستگانِ جماعت کو میڈیا بہ شمول غیر مسلموں کی ملکیت والے میڈیا میں جانے کی ہمت افزائی کرنی چاہیے، جہاں وہ اسلام اور مسلمانوں کے مسائل کو معروضی انداز میں پیش کرسکیں۔